مرد اور عورت کی نماز میں فرق

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا

محمد امین صفدر

اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

ابتدائیہ

ایمان کے بعد سب سے اہم عبادت نماز ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ آج کل مسلمان اس میں بہت سستی کر رہے ہیں۔ اس لیے نہایت ضروری ہے کہ مسلمانوں کو نماز کی پابندی کی تلقین کی جائے۔ الحمدللہ تبلیغی جماعت اس پر رات دن محنت کر رہی ہے۔ لیکن لا مذہب غیر مقلدین بے نمازیوں پر محنت کرنے کی بجائے نمازیوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں کہ تمہاری نماز نہیں ہوتی۔ یہ لوگ عوام کے سامنے رات دن یہ کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں لیکن جب سے (دور انگریزی) یہ فرقہ بنا ہے اس کی تحریروں اور تقریروں سے یہی پتہ چلتا ہے کہ قرآن پاک سے ان کی قسمت میں صرف متشابہات آئی ہیں۔ یہ طریقہ قرآن پاک کے موافق کج دلوں کا ہے اور حدیث سے ان کے حصہ میں صرف متعارضات آئی ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ایسی احادیث کے بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا تھا کیونکہ اس سے امت میں اختلاف شدید ہوتا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۱، ص۲۷) ایسی متعارض روایات میں اللہ تعالیٰ اور رسول اقدس ﷺ کا کوئی فیصلہ امت کے پاس محفوظ نہیں ہے اگر کوئی شخص ان میں سے ایک کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیتا ہے تو یہ بھی امتی کا اجتہاد ہے اگر کوئی ایک حدیث کو صحیح دوسری کو ضعیف کہتا ہے تو یہ بھی امتی کا اجتہاد ہے اس لیے اہل سنت والجماعۃ ایسے موقع پر پہلے اجماع کو دیکھتے ہیں۔ اگر متعارضات میں ایک طرف کی روایات پر اجماع ہے تو ان پر عمل کرتے ہیں۔ اور اگر اجماع نہ ہو تو اس تعارض کے لیے مجتہد کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ حدیث معاذؓ سے صراحتاً ثابت ہے کہ اگر فیصلہ کتاب وسنت سے نہ ملے تو اجتہاد کی طرف رجوع کیا جائے گا جو شخص خود اجتہاد کر سکتا ہے وہ خود اجتہاد کرے اور جو اس کی اہلیت نہ رکھتا ہو وہ مجتہد کی تقلید کر کے راجح حدیث پر عمل کرے۔ آئمہ مجتہدین کا یہ اختلاف حق اور باطل کا اختلاف نہیں بلکہ

صواب وخطا کا اختلاف ہے اور مجتہد نہ ہی معصوم ہے نہ ہی مطعون ہے بلکہ ہر ہر حال میں ماجور ہے، خواہ دو اجر ملیں یا ایک اجر ملے، عمل بہر حال مقبول ہے۔ اس لیے کسی وسوسہ کی ضرورت نہیں۔

اس کے برعکس لامذہب غیر مقلدین کا طرز ایسی روایات کے بارہ میں نہایت خطرناک ہے۔ ان کے مولوی اپنی جہالت کو چھپانے کے لیے خود تو روپوش ہیں ان پڑھ لڑکوں کو گلی بازار میں چھوڑا ہوا ہے۔ ان کا طرز یہ ہے:

۱۔ جس سے ملتے ہیں اس پر پہلا سوال یہ کرتے ہیں کہ آپ کا فلاں عمل کس حدیث میں ہے اور شور مچاتے ہیں کہ تمہارے پاس کوئی حدیث نہیں۔ جب آپ ان سے پوچھیں کہ آپ کے پاس اس عمل کے خلاف کون سی حدیث ہے تو خاموش۔

۲۔ ان سے آپ پوچھیں کہ آپ جو فلاں عمل کرتے ہیں اس کی حدیث سنائیں تو چونکہ ان کو حدیث نہیں آتی اس لیے فوراً کہتے ہیں کہ تم ہی حدیث سناؤ کہ کس حدیث میں یہ کام منع ہے؟

۳۔ جب انہیں دکھا دی جائے تو اس کو ہرگز نہیں مانتے۔ بس یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ صحاح ستہ میں نہیں۔ صحاح ستہ کے علاوہ تمام احادیث کا کھلم کھلا انکار کرتے ہیں اور نام اہل حدیث رکھتے ہیں۔

۴۔ اگر سنن اربعہ سے حدیث دکھائیں تو کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانتے، بخاری، مسلم سے دکھاؤ۔ اس طرح سنن اربعہ کی احادیث کے بھی منکر ہیں۔

۵۔ اگر صحاح ستہ سے کوئی حدیث دکھائیں تو فوراً اپنی طرف سے کوئی شرط لگا دیتے ہیں کہ فلاں لفظ ہوگا تو ہم مانیں گے ورنہ ہم نہیں مانیں گے گویا یہ فرقہ اللہ تعالیٰ اور رسول اقدس ﷺ کو یہ مشورہ دیتا ہے کہ حضرت اگر کوئی دینی مسئلہ بتانا ہو تو ہم سے پوچھ لینا کہ کن الفاظ میں مسئلہ بیان کریں اور کس شرط کے موافق بات کریں۔ اے اللہ تعالیٰ، اے نبی پاک ﷺ آپ نے اپنے الفاظ میں کوئی مسئلہ بیان فرما دیا

جو ہماری شرط کے موافق نہ ہو تو ہم ہرگز نہیں مانیں گے۔ یاد رہے کہ یہ لامذہب نہ خدا کی مانتے ہیں نہ رسول کی، صرف اپنی شرط پر ایمان رکھتے ہیں۔

۶۔ اگر ایسی حدیث بھی پیش کر دی جائے جس میں وہی الفاظ ہوں اور ان کی شرط بھی پوری ہو جائے تو پھر بھی اس کو بالکل نہیں مانتے بلکہ بڑے زور وشور سے کہتے ہیں یہ ضعیف ہے، ضعیف ہے، ضعیف ہے تا کہ عوام سمجھیں کہ بڑا محدث ہے حالانکہ وہ سکول کا طالب علم یا دکاندار ہوتا ہے۔ الغرض انکار حدیث کے لیے یہ فرقہ ہر دھوکہ کرتا ہے۔

۷۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ احناف کی نماز غلط ہے ہم کہتے ہیں کہ اچھا ہم تکبیر تحریمہ سے نماز شروع کرتے ہیں۔ آپ بالترتیب ہر مسئلہ کے خلاف ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث لکھواتے جائیں تو بالکل تیار نہیں ہوں گے۔ حالانکہ احادیث لکھوانا کوئی گناہ نہیں۔

۸۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم جو نماز پڑھتے ہیں اس کا ہر ہر مسئلہ حدیث سے ثابت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ نماز بدنی افعال اور زبانی اذکار کا مجموعہ ہے۔ آپ اپنی نماز کے اعمال اور اذکار بالترتیب لکھ دیں۔ پھر ہر عمل اور ذکر کی ترتیب اور درجہ کہ یہ فرض ہے یا سنت یا نفل وغیرہ حدیث صریح سے دکھائیں، اور ہر ذکر کے بارہ میں یہ فیصلہ کہ بلند آواز سے پڑھا جائے یا آہستہ اس کی صریح حدیث دکھاتے جائیں اور ہر عمل اور ذکر میں بھول کا مسئلہ حدیث صریح سے بتاتے جائیں تو ہرگز تیار نہیں ہوں گے۔ کراچی، رحیم یار خان، کوہاٹ، وہاڑی، لاہور، اوکاڑہ، پل کلر والی اور ہارون آباد میں وعدہ کر کے بھاگ گئے ہیں جھوٹ بولتے ہیں کہ ہم نے اپنی مکمل نماز فلاں شہر میں ثابت کر دی لیکن جب کہا جاتا ہے کہ کیسٹیں لاؤ تو فوراً آ کر کہتے ہیں کہ کیسٹیں ہمارے پاس موجود ہیں ہم نے خود سنی ہیں (جب کہا جاتا ہے کہ ہمیں ان کیسٹوں سے مکمل مسائل حدیث سے سنا دو تو وہاں تکبیر تحریمہ کے مسئلہ کی بھی پوری وضاحت نہیں ملتی)

۹۔ ان لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ آپ نمازیوں کے دلوں میں وسوسے

کیوں ڈالتے ہیں؟ کیونکہ قرآن پاک نے وسوسے ڈالنے والے کو خناس کہا ہے نہ کہ اہل حدیث۔ تو عوام کو کہتے ہیں کہ ہم تو تحقیق کرتے ہیں۔ تو یاد رہے کہ یہ تحقیق نہیں بلکہ گناہ اور فتنہ فساد ہے کیونکہ یہ لوگ نہ تو محدث ہیں نہ مجتہد۔ بلکہ بے علم اور نا اہل ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا آخری زمانہ میں بے علم لوگ فتویٰ دیا کریں گے وہ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ (بخاری) اور دوسری حدیث پاک میں ہے کہ: "اِذَا وُسِدَالاَ مُرُاِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَه" (بخاری) کہ جب نا اہل کی طرف معاملہ سپرد کیا جائے گا تو وہ قیامت ڈھائے گا" اور قیامت نام ہی فساد کا ہے وہ بھی دین میں فساد برپا کریں گے اور عجیب بات ہے کہ اس فساد کا نام تحقیق رکھا ہے اور یہ لوگ باوجود جاہل اور نا اہل ہونے کے مجتہدین مثل آئمہ اربعہ اور محدثین مثلاً زیلعی، عینی، علی قاری، ابن ترکمانی، علامہ انور شاہ، حضرت بنوریؒ وغیرہ پر تنقیدیں کرتے ہیں۔ ان سے جھگڑا کرتے ہیں حالانکہ حضور ﷺ بیعت لیتے وقت یہ شرط لیا کرتے تھے کہ ان لا ننازع الامر اھله (بخاری) "کہ ہم اہل فن سے منازعت نہیں کریں گے"۔ یہ نا اہل کی منازعت گناہ کبیرہ ہے لامذہبوں نے اس کا نام تحقیق رکھا ہے حالانکہ قرآن مجید میں ہے: ﴿اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ...﴾

لامذہب غیر مقلدین اور احناف کے درمیان بہت سے مسائل میں اختلاف ہے ان مسائل میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے کہ عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ کوئی فرق نہیں ہے۔ لامذہب غیر مقلدین کا یہ مسئلہ قرآن اور حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ اجماع امت اور احادیث کے خلاف محض ابن حزم ظاہری کی تقلید پر مبنی ہے۔

شریعت مطہرہ میں بعض احکام مرد عورت میں مشترک ہونے کے باوجود بعض تفصیلات میں فرق ہوتا ہے مثلاً:

۱۔ حج مرد اور عورت دونوں پر فرض ہے مگر عورت کے لیے زاد راہ کے علاوہ محرم کی شرط بھی ہے یا خاوند ساتھ ہو۔

۲۔ حج سے احرام کھول کر مرد سر منڈواتے ہیں۔ مگر عورت سر نہیں منڈواتی۔

۳۔ حکم نکاح مرد عورت دونوں میں مشترک ہے مگر طلاق مرد کے ساتھ خاص ہے اس کا حق صرف مرد کو ہے اور عدت عورت کے ساتھ خاص ہے۔

۴۔ ایک مرد کو چار عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت ہے مگر ایک عورت کو ایک سے زائد مرد سے نکاح کی اجازت نہیں۔

خود لامذہب غیر مقلدین بھی نماز کے بہت سے مسائل میں مرد اور عورت کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ ان کی مساجد میں مرد تو امام اور خطیب ہیں لیکن کسی مسجد میں عورت نہ امام ہے نہ خطیب۔

۲۔ ان کی مساجد میں موذن ہمیشہ مرد ہوتا ہے عورت کو کبھی موذن نہیں بناتے۔

۳۔ نماز باجماعت کی اقامت ہمیشہ مرد کہتے ہیں عورت سے اقامت نہیں کہلواتے۔

۴۔ مرد ہمیشہ اگلی صفوں میں کھڑے ہوتے ہیں عورتوں کو اگلی صفوں میں کھڑا نہیں کرتے۔

۵۔ ان کے اکثر مرد ننگے سر نماز پڑھتے ہیں مگر عورتیں نماز کے وقت دوپٹہ نہیں اتار پھینکتیں۔

عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ لا تقبل صلوٰۃ الحائض الا بخمار (ترمذی ج ۱ ص ۸۶، ابوداؤد ج ۱ ص ۹۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

۶۔ ان کے مردوں کی اکثر کہنیاں اور نصف پنڈلیاں نماز میں ننگی رہتی ہیں لیکن ان کی عورتیں اس طرح نماز نہیں پڑھتیں۔

۷۔ مرد اور عورت کے سترِ عورت میں بھی فرق ہے۔

۸۔ نماز جمعہ مرد پر فرض ہے عورت پر فرض نہیں۔ اسی طرح نماز پنج گانہ کا

باجماعت ادا کرنا مردوں پر لازم ہے نہ کہ عورتوں پر۔

۹۔ نماز میں کوئی بات پیش آئے تو مرد تسبیح کہے اور عورت ہاتھ سے کھٹکا کرے۔ (ترمذی وغیرہ)

ظاہر ہے کہ ان سب مسائل میں سنتوں بلکہ فرائض تک کے مقابلہ میں عورت کے ستر اور پردہ کو خاص اہمیت دی گئی ہے اسی لیے آئمہ اربعہ نے رکوع، سجود اور قعدے وغیرہ کی ہیئت میں بھی مرد اور عورت کے فرق کو ملحوظ رکھا ہے اور اس میں اصل علت اسی ستر پوشی کو قرار دیا ہے۔

آئمہ احناف میں سے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ عورت ہاتھ کندھوں تک اٹھائے۔ یہ اس کے لیے زیادہ ستر کا باعث ہے اور سجدہ کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عورت سمٹ کر سجدہ کرے۔ یہ اس کے پردہ کے زیادہ مناسب ہے۔

امام شافعیؒ کتاب الام ج۱، ص۱۱۵ میں فرماتے ہیں عورت کے لیے پسندیدہ یہی ہے کہ سمٹ کر سجدہ کرے کیونکہ یہ زیادہ باعث ستر ہے اور ساری نماز میں ستر کا اہتمام کرے۔

امام نوویؒ نے مجموع میں اس طرح مذہب شافعی بیان کیا ہے۔

مالکیہ میں سے ابوزید قیروانی نے الرسالہ میں صراحت فرمائی ہے کہ ابن زیاد کی روایت جو صحیح ہے یہی ہے کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ عورت سمٹ کر سجدہ کرے۔

(بحوالہ نصب العمود ص ۵۰)

حنابلہ کی معتبر کتاب مغنی ابن قدامہ میں بھی اس فرق کی صراحت موجود ہے۔ (قال الامام الخرقی الحنبلیؒ)

والرجل والمرأة فی ذلک سواء الاان المرأة تجمع نفسها فی الرکوع والسجود وتجلس متربعة اوتسدل رجلیها فتجعلها فی جانب یمینها (قال الشارح ابن

قدامة الحنبلیؒ) الاصل ان یثبت فی حق المرأة من احکام الصلوٰة ماثبت للرجال لان الخطاب یشملها غیر انها خالفته فی ترک التجا فی لانها عورة فاستحب لها جمع نفسها لیکون استرلها فانه لایومن ان یبدو منها شیئ حال التجا فی وذٰلک فی الافتراش قال احمد والسدل اعجب الی واختاره الخلال.

(المغنی لابن القدامہ ج۱،ص۵۶۲)

امام خرقی حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ مرد وعورت اس میں برابر ہیں سوائے اس کے کہ عورت رکوع وسجود میں اپنے آپ کو اکٹھا کرے (سکیڑے) پھر یا تو چہار زانو بیٹھے یا سدل کرے کہ دونوں پاؤں کو دائیں جانب نکال دے، ابن قدامہ حنبلیؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ عورت کے حق میں نماز کے وہی احکام ثابت ہوں جو مرد کے لئے ثابت ہیں کیونکہ خطاب دونوں کو شامل ہے بایں ہمہ عورت مرد کی مخالفت کرے گی ترک تجافی میں (یعنی عورت مرد کی طرح رانوں کو پیٹ سے دور نہیں رکھے گی بلکہ ملائے گی) کیونکہ عورت ستر کی چیز ہے لہٰذا اس کیلئے اپنے آپ کو سمیٹ کر رکھنا مستحب ہے تا کہ یہ اس کیلئے زیادہ ستر کا باعث بنے وجہ یہ ہے کہ عورت کیلئے رانوں کو پیٹ سے جدا رکھنے میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس کا کوئی عضو کھل جائے

محدثین میں سے ابن دقیق العید نے شرح عمدة الاحکام میں اور ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں اسی کو بیان فرمایا ہے بلکہ غیر مقلدین میں سے امیر یمانی نے سبل السلام میں مولانا عبدالجبار غزنویؒ نے فتاویٰ غزنویہ میں اور مولوی علی محمد سعیدی

نے فتاویٰ علمائے حدیث میں اسی طرح لکھا ہے بلکہ مولوی عبدالحق ہاشمی مہاجر مکی غیر مقلد نے اس فرق پر پورا رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے **نصب العمود فی تحقیق مسئلة تجافی المرأة فی الرکوع والسجود والقعود.**

مثال: آنحضرت ﷺ کا فرمان پاک ہے کہ مکھی پینے کی چیز میں گر جائے تو اسے غوطہ دے کر نکال کر پھینک دو اور وہ چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ اس حدیث سے مجتہدین نے اجماعاً یہ علت تلاش کر لی کہ مکھی کی رگوں میں دم مسفوح (رگوں میں دوڑنے پھرنے والا خون) نہیں ہے۔ اس لیے جس جانور میں یہ علت پائی جائے گی وہاں یہی حکم پایا جائے گا چنانچہ مچھر، جگنو، بھڑ، چیونٹی وغیرہ سینکڑوں جانوروں کا حکم معلوم ہو گیا کہ ان کے گرنے سے اجماعاً چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ اسی طرح کتاب وسنت اور اجماع سے مجتہدین نے اجماعاً یہ سمجھا کہ عورت کے پردہ کا اتنا اہتمام ہے کہ بعض اجماعی سنتیں مثلاً اذان، اقامت، امامت بلکہ بعض فرائض مثل جمعہ و جہاد ان سے ساقط کر دیے گئے۔ پس نماز میں بھی اس کے ستر کا کامل خیال رکھا گیا۔

۱۔ **عن وائل بن حجرؓ قال قال لی رسول اللہ ﷺ یا وائل ابن حجر اذا صلیت فاجعل یدیک حذاء اذنیک والمرأة تجعل یدیها حذاء ثدییها.**

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن حجر جب تم نماز پڑھو تو کانوں کے برابر ہاتھ اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھوں کو چھاتی کے برابر اٹھائے۔

(کنز العمال ج ۷، ص ۳۰۷، مجمع الزوائد ج ۲، ص ۱۰۳، ج ۹، ص ۳۷۴، طبرانی ج ۲۲ ص ۲۰۱۹)

اسی پر عمل امت میں جاری رہا مرکز اسلام کوفہ میں امام حماد یہی فتویٰ دیتے تھے کہ عورت جب نماز شروع کرے تو اپنے ہاتھ چھاتی تک اٹھائے۔

منبع اسلام مدینہ منورہ میں امام زہریؒ یہی فتویٰ دیتے تھے کہ عورت اپنے ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھائے اور ام درداءؓ بھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتی تھیں۔

عن عبد ربه بن سليمان بن عمير قال رأيت ام الدرداء ترفع يديها فی الصلوٰة حذو منكبيها . (جزء رفع الیدین للامام البخاری ص ۷)

حضرت عبدربہ بن سلیمان بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام درداءؓ کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی ہیں۔

اسی طرح مجمع الاسلام مکہ مکرمہ میں حضرت عطاء یہی فتویٰ دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہاتھ اٹھانے میں عورت مرد کی طرح نہیں ہے۔

(ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹)

اور اس خیر القرون میں کسی ایک فرد نے بھی اس پر اعتراض نہ کیا کیونکہ لامذہب اس زمانہ میں نہ تھے۔

۲۔ استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:

واما فی حق النساء فاتفقوا على ان السنة لهن وضع اليدين على الصدر۔ (السعایہ ج ۲ ص ۱۵۶)

عورتوں کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ ان کے لیے سنت سینے پر ہاتھ رکھنا ہے۔

قال الامام ابو الحسن علی بن ابی بكر الفرغانی الحنفیؒ "والمرأة ترفع يديها حذاء منكبيها هو الصحيح لانه استرلها وقال ايضاً والمرأة تنخفض فی سجودها وتلزق بطنها بفخذيها لان ذٰلك استرلها.

(ہدایہ ج ۱ ص ۱۰۰، ۱۱۰)

امام ابو الحسن علی بن ابو بکرؒ فرماتے ہیں "اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنے مونڈھوں تک اٹھائے یہی صحیح ہے کیونکہ یہ طریقہ اس کیلئے زیادہ پردہ کا ہے نیز آگے چل کر فرماتے ہیں، اور عورت اپنے سجدہ میں پست رہے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے

کیونکہ یہ اس کیلئے زیادہ پردے کا باعث ہے۔

یہ مسئلہ بھی اجماعی ہے اور اجماع امت کا مخالف بحکم قرآن و حدیث دوزخی ہے اور حدیث میں اجماع سے کٹنے والے کو شیطان بھی کہا گیا ہے۔

افسوس ہے کہ غیر مقلدین مرد بھی عورتوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ایک جگہ غیر مقلدین کا وجود نہیں تھا۔کوئی غیر مقلد وہاں نماز پڑھ رہا تھا۔اس کا یہ نیا طریقہ دیکھ کر دو شخص آپس میں باتیں کرنے لگے کہ یہ عجیب آدمی ہے کہ خدا نے اس کو مرد بنایا مگر یہ نماز عورتوں والی پڑھتا ہے۔دوسرے نے کہا اس نے نماز اپنی بے بے جی سے سیکھی ہوگی۔اس لیے ویسی ہی نماز پڑھتا ہے۔

۳۔ مردوں کو چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں کلائی کو پکڑنا چاہیے اور داہنی تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھانا چاہیے اور عورت کو داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھنا چاہیے، حلقہ بنانا اور بائیں کلائی کو پکڑنا نہ چاہیے۔ (شامی ج ۱، ص ۳۲۹)

عورت کے لیے اس طرح ہاتھ رکھنا بھی اجماعی مسئلہ ہے۔اس میں کسی کا اختلاف منقول نہیں۔

فائدہ: آنحضرت ﷺ کے ہاتھ باندھنے کی روایات مختلف ہیں کسی میں ہے کہ آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔کسی میں ہے کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑا، کسی میں ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھا۔فقہاء جو بفرمان رسول ﷺ حدیث کے معانی زیادہ سمجھتے ہیں انہوں نے ایسا طریقہ سمجھایا کہ تمام احادیث پر عمل ہوگیا۔ ہتھیلی ہتھیلی پر بھی آگئی انگلی اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کو پکڑ بھی لیا اور دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں بازو پر بچھ بھی گئیں۔

۴۔ مردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھک جانا چاہیے کہ سر اور سرین اور پشت برابر ہو جائیں اور عورتوں کو اس قدر نہ جھکنا چاہیے بلکہ صرف اس قدر کہ ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ (عالمگیری)

اس میں بھی ستر کا زیادہ اہتمام ہے اور اس کے خلاف بھی کسی سے منقول نہیں۔

۵۔ مردوں کو رکوع میں انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنا چاہیے اور عورتوں کو بغیر کشادہ کیے ہوئے بلکہ ملا کر۔ (عالمگیری)

کیونکہ اس میں ستر کا زیادہ اہتمام ہے۔

۶۔ مردوں کو حالت رکوع میں کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھنی چاہئیں اور عورتوں کو ملی ہوئی۔ (عالمگیری)

۷۔ مردوں کو سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھنے چائیں اور عورتوں کو ملا کر رکھنے چاہییں۔ (عالمگیری)

۸۔ مردوں کو سجدے میں کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی رکھنا چاہئیں اور عورتوں کو زمین پر بچھی ہوئی۔

۹۔ مردوں کو سجدوں میں دونوں پاؤں انگلیوں کے بل کھڑے رکھنے چاہئیں عورتوں کو نہیں۔ (عالمگیری)

عن ابن عمرؓ مرفوعاً اذا جلست المرأة فی الصلوۃ وضعت فخذها علی فخذها الاخریٰ فاذا سجدت الصقت بطنها فی فخذها کاستر ما یکون لهافان الله تعالیٰ ینظر الیها یقول یا ملائکتی اشهدکم انی قد غفرت لها.

(بیہقی ج ۲، ص ۲۲۳)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عورت جب نماز میں بیٹھے تو ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں کے ساتھ ملا لے جو زیادہ ستر کی حالت ہے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر فرماتے ہیں اے فرشتو گواہ ہو جاؤ میں نے اس عورت کو بخش دیا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ ان یتجا فوا فی سجودھم خوب کھل کر سجدہ کریں اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے ان ینخفضن فی سجودھن کہ وہ خوب سمٹ کر سجدہ کیا کریں۔

(بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲)

امام ابو داؤدؒ مراسیل میں روایت فرماتے کہ آنحضرت ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں تو فرمایا:

اذا سجد تما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأة فی ذلک لیست کالرجل. (مراسل ص ۸، بیہقی ج ۲، ص ۲۲۳)

جب تم دونوں سجدہ کرو تو اپنے جسم کو زمین سے ملا دو بے شک عورت اس بارہ میں مرد کی طرح نہیں ہے۔

آخری خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ:

اذا سجدت المرأة فلتحتفز ولتضم فخذیھا (ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۳۰۲)

جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر سجدہ کرے اور اپنی رانوں کو ملا لے۔

جب عبداللہ بن عباسؓ سے عورت کی نماز کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا:

تجتمع وتحتفز (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰۲)

یعنی خوب اکٹھی ہو کر اور سمٹ کر نماز پڑھے۔

عن مجاھد انه کان یکرہ ان یضع الرجل بطنه علی فخذیه اذا سجد کما تضع المرأة.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۲۷۰)

حضرت مجاہد اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے

اسی طریق پر عمل جاری رہا۔ چنانچہ کوفہ میں امام ابراہیم نخعیؒ یہی فتویٰ دیتے

تھے کہ عورت مرد کی طرح کھل کر سجدہ نہ کرے بلکہ خوب سمٹ کر سجدہ کرے۔ مدینہ منورہ میں حضرت مجاہدؒ اور بصرہ میں امام حسن بصریؒ یہی فتویٰ دیتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۳۰۲، ۳۰۳)

دور صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ میں سے کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا اور آئمہ اربعہ کا بھی اس پر اجماع ہے۔

۱۰۔ مردوں کو بیٹھنے میں بائیں پاؤں پر بیٹھنا چاہیے اور دائیں پاؤں کو انگلیوں کے بل کھڑا رکھنا چاہیے اور عورتوں کو بائیں سرین کے بل بیٹھنا چاہیے اور دونوں پاؤں دائیں طرف نکال دینے چاہئیں۔ اس طرح کہ داہنی ران بائیں ران پر آجائے اور دائیں پنڈلی بائیں پنڈلی پر۔ (عالمگیری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ عورتیں آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں کس طرح نماز پڑھتی تھیں؟ فرمایا کہ پہلے چوکڑی بیٹھتی تھیں پھر ان کو حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر بیٹھا کریں۔ (جامع المسانید امام اعظم ج ۱، ص ۴۰۰)

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ تشہد میں دایاں پاؤں کھڑا رکھیں اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھا کریں اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ سمٹ کر بیٹھیں۔ (بیہقی ج ۲، ص ۲۲۲)

پہلی تمام روایات اور امت کا اجماع بھی اس کی تائید میں ہے۔

مولانا محمد داؤد غزنویؒ کے والد امام عبدالجبار غزنویؒ سے سوال کیا گیا کہ عورتوں کو نماز میں انضمام کرنا چاہیے یا نہیں؟ آپ نے جواب پہلے مراسیل ابوداؤد والی حدیث نقل کر کے لکھا: "اسی پر تعامل اہل سنت مذاہب اربعہ وغیرہ سے چلا آیا ہے۔" پھر چاروں مذاہب کی کتابوں سے حوالے پیش کر کے تحریر فرماتے ہیں: "غرض کہ عورتوں کا انضمام و انخفاض نماز میں احادیث وتعامل جمہور اہل علم از مذاہب اربعہ وغیرہم سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کتب حدیث وتعامل اہل علم سے بے خبر ہے۔"

(فتاویٰ غزنویہ ص ۲۷، ۲۸، فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۳ ص ۱۴۸، ۱۴۹)

الغرض احادیث مذکورہ اور اجماع امت اس پر نص ہیں کہ ان مسائل میں مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہے۔ ابن حزم اور اس کے مقلدین کے پاس کوئی نص ہرگز موجود نہیں۔ فقہاء نے اجماعاً ان احادیث سے عموم مراد نہیں لیا اور معانی حدیث میں فقہاء پر ہی اعتماد اصل دین ہے۔

عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا

اعتراض: حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں عید کی نماز میں مردوں کے ساتھ شریک ہوں اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ عورتوں کو مسجد میں آکر نماز پڑھنے سے مت روکو۔ مگر فقہا نے حدیث کے بالکل خلاف عورتوں کو مسجد میں آنا، جماعت یا جمعہ یا عید کے لیے مکروہ قرار دے دیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کا کھلا مقابلہ ہے۔

جواب: جس طرح اہل قرآن نامی فرقہ یہ پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ احادیث قرآن کے خلاف ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں تبتل کا حکم ہے ﴿وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا﴾ (المزمل) اور حضور ﷺ نے تبتل سے منع فرما دیا "ان النبی ﷺ نھی عن التبتل" (ترمذی ج ۱، ص ۳۹۸) اور قرآن پاک میں مسافر وغیرہ کے لیے حکم ہے۔ ﴿وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ...﴾ کہ روزہ رکھنا بہتر ہے۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا: "لیس من البر الصیام فی السفر" سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں۔ یہ کھلم کھلا رسول اللہ ﷺ نے خدا کا مقابلہ کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ میں نہ اختلاف ہے نہ مقابلہ۔ یہ صرف آپ کی کج فہمی ہے یہی حال ان غیر مقلدین کا ہے یہ حدیث اور فقہ میں مقابلہ ثابت کرنے کے لیے دھوکہ دیتے ہیں جس طرح اہل قرآن سے ہم کہتے ہیں کہ فہم قرآن میں جب رسول اقدس ﷺ سے منکرین حدیث اختلاف کریں گے تو آنحضرت ﷺ کے فہم قرآن پر اعتماد ہو گا نہ کہ منکرین حدیث کے فہم قرآن پر۔ اس طرح جب فقہاء اور غیر مقلدین کے درمیان فہم قرآن و حدیث میں اختلاف ہو گا تو بحکم اللہ تعالیٰ ﴿لِيَتَفَقَّهُوْا فِي

الدِّيۡنِ...﴾ اور بحکم رسول اللہ ﷺ: "رب حامل فقه غير فقه" (الحدیث) اور بتحقیق محدثین "الفقهاء اعلم بمعانی الحدیث" (ترمذی) فہم فقہاء پر اعتماد ہوگا نہ کہ غیر مقلدین کی کج فہمی پر اعتماد ہوگا۔ زیر بحث مسئلہ میں نہ تو فقہاء نے کبھی یہ کہا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں عورتیں مساجد میں نہیں جاتی تھیں نہ آپ ﷺ کے حکم سے انکار کیا البتہ فقہاء کا یہ کہنا ہے کہ قرآن کا بھی ہر حکم ایک درجہ میں ہوا۔ امر کا صیغہ بعض اوقات وجوب کے لیے آتا ہے جیسے ﴿اَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ...﴾ کبھی استحباب کیلئے جیسے ﴿وَكُلُوۡا مِنۡهَا وَاَطۡعِمُوا الۡبَآئِسَ الۡفَقِيۡرَ﴾ کبھی اباحت کے لیے جیسے: ﴿وَاِذَا حَلَلۡتُمۡ فَاصۡطَادُوۡا...﴾ (القرآن)

فقہاء کا کہنا ہے کہ مردوں کو مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم تاکیدی تھا۔ لیکن عورت کے لیے یہ حکم نہ استحباب کے لیے تھا نہ تاکید کے لیے اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا: "اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں ان گھروں کو جلانے کا حکم دیتا جن کے مرد مسجد میں نہیں۔ (مشکوۃ) آپ ﷺ نے عورتوں کو اجازت ضرور دی مگر ساتھ ہی فرمایا:

۱۔ عن ام سلمة زوج النبی ﷺ خَيۡرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قعر بُيُوۡتِهِنَّ (مستدرک حاکم ج ۱، ص ۲۰۹)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کے لیے ان کے نماز پڑھنے کی جگہوں میں سب سے بہتر جگہ ان کے گھروں کے اندرونی حصے ہیں۔

۲۔ حضرت ام سلمہؓ ہی فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عورت کا اندر کمرے میں نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور برآمدے میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (طبرانی مجمع الزوائد ج ۲، ص ۳۴)

۳۔ عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تمنعوا نساء کم المساجد و بیوتھن خیر لھن. (مستدرک، حاکم ج ۱ ص ۲۰۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنی عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع نہ کرو اور ان کے لیے ان کے گھر زیادہ بہتر ہیں۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورت چھپانے کی چیز ہے۔ جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔ (یعنی لوگوں کے دلوں میں اس کے متعلق گندے خیالات اور وساوس ڈالتا ہے۔) اور عورت اپنے گھر کی سب سے زیادہ بند کوٹھڑی ہی میں اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوتی ہے۔

(الترغیب والترہیب ج ا، ص ۱۸۸ بحوالہ طبرانی)

۵۔ اسی طرح کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی مروی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۲، ص ۳۵)

۶۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرماتے اتنے میں ایک عورت آئی اور بڑے ناز سے زینت کیے ہوئے مسجد میں داخل ہوئی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اپنی عورتوں کو منع کرو، زینت کا لباس پہن کر اور ناز کے ساتھ مسجد میں آنے سے۔ اس لیے کہ بنی اسرائیل پر لعنت نہیں ہوئی۔ (یعنی اللہ کا غصہ ان پر نہیں اترا) یہاں تک کہ ان کی عورتوں نے بناؤ کیا اور مسجدوں میں ناز کے ساتھ داخل ہونے لگیں۔

(ابن ماجہ مترجم ج ۳، ص ۲۷۶)

۷۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک عورت کو دیکھا کہ مسجد کو جا رہی ہے اور خوشبو لگائے ہوئے ہے، انہوں نے کہا! اے اللہ کی بندی تو کہاں جا رہی ہے؟ وہ بولی مسجد میں۔ ابو ہریرہؓ نے کہا تو نے خوشبو لگائی ہے؟ وہ بولی ہاں، ابو ہریرہؓ نے کہا میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جس عورت نے عطر لگایا اور مسجد میں گئی اس کی نماز قبول نہ ہوگی یہاں تک کہ غسل کرے۔ (یعنی خوشبو کو دھو ڈالے اپنے بدن اور کپڑے سے)

(ابن ماجہ ج ۳، ص ۲۷۶)

۸۔ حضرت ام حمیدؓ (جو آپؐ کے صحابی ابو حمید الساعدیؓ کی بیوی ہیں) فرماتی ہیں کہ ہمارے قبیلے کی عورتوں کو ہمارے خاوند مسجد میں آنے سے منع کرتے تھے۔ میں نے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ آپؐ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھا کریں مگر ہمارے خاوند ہمیں اس سے منع کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا گھروں کے اندر نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور برآمدے میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور صحن میں نماز پڑھنا (میرے ساتھ مسجد نبویؐ میں) باجماعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(طبرانی، مجمع الزوائد ج ۲، ص ۳۴)

اس کے بعد ام حمید نے حکم دیا کہ میرے گھر کے تاریک کمرے میں میری نماز کی جگہ بنادو اور وہ وصال تک وہیں نماز ادا فرماتی رہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۲، ص ۳۴)

۹۔ **عن عائشةؓ قالت لو ادرک رسول اللہ ﷺ ما احدث النساء لمنعهن المسجد.** (بخاری ج ۱، ص ۱۲۰، مسلم ج ۱، ص ۱۸۳، عبدالرزاق ج ۳، ص ۱۴۹)

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے کہا کہ اگر آنحضرت ﷺ اس (آزادی) کو دیکھ لیتے جو عورتوں نے ظاہر کی ہے تو آپؐ ان کو مسجد میں جانے سے ضرور منع فرمادیتے۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجدوں سے نکال دیتے اور فرماتے اپنے گھر جاؤ۔ تمہارے گھر تمہارے لیے بہتر ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۲، ص ۳۵)

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جمعہ کے روز کھڑے ہو کر عورتوں کو کنکریاں مار مار کر مسجد سے نکالتے (عمدۃ القاری ج ۳، ص ۲۲۸) یہ سب صحابہ کی موجودگی میں ہوتا تھا۔

۱۲۔ حضرت فاروق اعظمؓ جب مسجد میں نماز کے لیے تشریف لاتے تو آپ کی بیوی عاتکہ بھی پیچھے ہو لیتیں۔ حضرت عمرؓ بہت ہی غیور تھے وہ اس کے مسجد جانے کو مکروہ جانتے تھے۔ (مجمع الزوائد ج ۲، ص ۳۳)

مندرجہ بالا احادیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ہی قبیلہ بنی ساعد کے لوگوں نے اپنی بیویوں کو مسجد میں آنے سے روکنا شروع کر دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے خاوندوں کو نہیں ڈانٹا بلکہ عورتوں کو گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں سختی سے مسجد میں آنے سے روکتے تھے کہ اب دور فتنے کا آ گیا ہے اور کسی صحابیؓ نے ان کی مخالفت نہیں کی نہ ان کو مخالف حدیث کہا۔

اب غیر مقلدین جو اس پر زور دیتے ہیں کہ عورتیں مساجد میں آکر جماعت، جمعہ، عیدین میں شریک ہوں شاید یہ لوگ اپنے امام مسجد کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ متقی اور پرہیز گار سمجھتے ہیں اور اپنی مسجد کو مسجد نبوی سے زیادہ مقدس خیال کرتے ہیں اور اپنے آج کے زمانے کو خیر القرون دور نبوت اور دور صحابہؓ سے بہترین زمانہ خیال کرتے ہیں اور اپنی عورتوں کو صحابیاتؓ اور تابعیاتؒ سے زیادہ عفیف اور پاک باز جانتے ہیں۔ اگر یہ نہیں ہے تو پھر جس کام کی حضرتؐ نے تاکید نہیں فرمائی، صحابہ کرامؓ نے شدید مخالفت کی آپ لوگ اس کو اتنا موکد کیوں سمجھتے ہیں کہ اس پر فقہاء کو گالی گلوچ دینے تک کو جائز سمجھتے ہو اور مسلمانوں کی مساجد میں فتنہ ڈالتے ہو حالانکہ فتنہ ڈالنا قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔

بتائیے اس فحاشی اور عریانی کے دور میں اس بات کی گارنٹی غیر مقلدین ہی دے سکتے ہیں کہ عورتیں خوشبو، پاؤڈر اور بھڑکیلا لباس استعمال نہ کریں گی اور نگاہ نیچی رکھیں گی اور راستے میں فساق وفجار کی نگاہیں بھی نیچی رہیں گی۔

الغرض فقہاء نے فتنہ کی وجہ سے عورتوں کو مساجد میں آنے سے روکا ہے۔ فتنے کا احساس جب خیر القرون میں ہی ہو گیا تھا تو اس دور میں فتنے کا انکار کون کر سکتا ہے اور کس آیت اور حدیث میں ہے کہ فتنہ کی حالت میں ہی عورتوں کو مسجد میں جانے کی تاکید ہے؟